تبدیلی کا خواب......انقلاب کا سُراب

تحریر: سہیل احمد لون

کسی دانشور کا قول ہے کہ ’’تبدیلی ایک ایسا قانون ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو گا‘‘۔انسان شاید تبدیلی کا خواہشمند ہونے کی وجہ سے ہی اشرف المخلوقات ہے۔اِس معاشی وسیاسی حیوان کی شاید یہی ادا اسے دیگر حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے۔کھانے ،پینے ،لباس ،گھر ،دوست احباب، عادات،شوق، وفاداری،نفرت، محبت،جنون سمیت بہت سی چیزوں میں انسان وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ تبدیلی کرتا رہتا ہے۔لباس کے معاملے میں تبدیلی کی صفت صنفِ نازک میں کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے اسی لیے وہ کسی فنکشن میں پہنا ہوا سوٹ دوبارہ کسی دوسرے فنکشن میں پہننا توہین سمجھتی ہیں۔اب تو یہ صفت مردوں میں بھی نمایاں ہو رہی ہے،اگر وہ اپنا سوٹ تبدیل نہ کر سکیں تو کم از کم ٹائی یا شرٹ تبدیل کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔انسانی فطرت ہے کہ وہ ایک ہی بات پر بار بار خوش یا غمگین نہیں ہوسکتا،یعنی خوش ہونے یا غمگین ہونے کے لیے بھی تبدیلی درکار ہوتی ہے۔جو گھر کھانا کھاتے ہیں وہ تبدیلی کے لیے بازاری کھانا کھا کر خوشی محسوس کرتے ہیں،جن کی قسمت میں بازاری کھانا لکھا گیا ہوانہیں گھر کا کھانا من وسلوا محسوس ہوتا ہے۔معاشرتی حیوان کا بچہ دنیا میں تمام جانداروں سے کمزور ترین ہے جسے اپنے پاؤں پر چلنے کے لیے تقریباً ایک برس لگ جاتا ہے مگر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے بعض اوقات ساری عمر صرف ہو نے کے بعد بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔پیدا ہونے سے مرنے تک کا سفر بے شمار تبدیلیوں پر محیط ہے۔بیٹھنا،کھڑا ہونا، چلنا،دوڑنا،بولنا ،پڑھنا،لکھنا جیسے کئی مرحلوں سے گزر کر انسان جوان ہوتا ہے تو شادی کر کے اس کی زندگی میں سب سے بڑی تبدیلی لائی جاتی ہے۔اگر چند برس اولاد نہ ہو تو ہر کوئی سوالیہ نگاہوں سے دیکھنا شروع ہو جاتا ہے کہ گھر میں تبدیلی کیوں نہیں آئی؟کسی کو دادا بننے اور کسی کو نانا بننے کی خواہش، بلکہ باپ سے دادا یا نانا بننے کی تبدیلی کی خواہش......!یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انسانی خوشی کا محور ہی تبدیلی پر ہے۔جن کے پاس وسائل ہیں وہ سیر تفریح صرف اسی نیت سے کرتے ہیں کہ آب وہوا تبدیل ہو جائے۔مغربی ممالک میں تبدیلی کا بخار اس قدر عروج پر پہنچ چکا ہے کہ ایسے مکروہ افعال محض تبدیلی برائے تفریح کے نام پر کیے جاتے ہیں جس سے انسانیت بھی شرمندہ ہو جاتی ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں تفریح کی غرض سے لوگوں کا کسی جگہ اکٹھا ہونا معمول کی بات ہے جہاں وہ زندگی کے روزمرہ کے معاملات سے ہٹ کر کچھ کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں۔جرمنی کے شہر برلن میں لو پریڈ کے نام پر ہر سال لاکھوں افراد اکٹھے ہوتے ہیں،چین کے شہر بیجنگ میں بھی روایتی سالانہ میلہ ہوتا ہے جہاں لاکھوں لوگ جمع ہو کر خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں،رابی ولیم نے جوہانس برگ میں کنسرٹ کر کے لاکھوں افراد کا مجمع اکٹھا کیا،آنجہانی مائیکل جیکسن بھی اپنی زندگی میں لاکھوں افراد کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتا رہا،بالی ووڈ کے فنکار بھی ہزاروں کا مجمع دیارِ غیر میں اکٹھا کر لیتے ہیں،کھیلوں کے مقابلوں میں اولمپکس یا فٹبال یا کرکٹ کا عالمی کپ شائقین کی کثیر تعداد تفریح کے لیے جمع ہو جاتی ہے۔انسان جب ایک طرح کی زندگی سے اکتا جاتا ہے تو کچھ چاشنی پیدا کرنے کے لیے اس میں کچھ تبدیلی کرتا ہے۔اس

کے لیے وہ کسی سٹیڈیم، تھیٹر، سینما گھر، پرسکون وادی، سرسبز پہاڑ، جھیل، ہوٹل، ریسٹورنٹ کا رخ کرتا ہے۔ وطن عزیز میں بھی اللہ تعالی نے وہی انسانی مخلوق پیدا کردی جس کی فطرت دیگر انسانوں سے مماثلت رکھتی ہے۔ یہ بیچارے بھی تبدیلی برائے تفریح کے خواہش مند ہیں۔ مگر حالات ایسے ہیں کہ بیچارے کسی سٹیڈیم میں جا کر میچ نہیں دیکھ سکتے، سرسبز پہاڑوں، جھیلوں، پرسکون وادیوں میں سیر کرنے کا رسک نہیں لے سکتے، سینما گھر اور تھیٹروں کو ویران ہوئے مدتوں بیت گئیں، مزاروں درباروں پر حاضری دینے اور نیاز کھانے کی کی خواہش بعض اوقات شہادت کے مرتبے پر فائض کر دیتی ہے۔ جمہوری آمریت اور آمرانہ جمہوریت کے درمیان بیچاری عوام کا حلیہ بگڑتا جا رہا ہے، ظالم حکمرانوں کے نزدیک شاید حلیے کا بگڑنا بھی ایک تبدیلی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ایسی تبدیلی عوام کے لیے خوش گوار نہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے عوام ایسی تبدیلی کے خواہاں ہیں جس سے کم از کم زندگی کی بنیادی ضرویات پوری ہوسکیں۔ تبدیلی کا سنہرا خواب تو ہمیں کئی بار دکھایا گیا جو کبھی حقیقت کا روپ نہ دھار سکا۔ اب عوامی جذبات سے کھیلنے کے لیے نعرے میں تبدیلی کر دی گئی ہے...... یعنی تبدیلی بغیر انقلاب کے ممکن نہیں۔ عمران خان کے انقلاب کی سونامی ابھی اتنی طلاطم خیز نہیں ہوئی تھی کہ تبدیلی لا سکے یہ دیکھ کر شیخ السلام ریٹرن ٹکٹ پر پاکستان تشریف لائے۔ مینار پاکستان کے جلسہ عام میں ایسی باتیں کیں جو باقی انقلابی لیڈر بھی کر رہے تھے، تبدیلی کو ترسی عوام ان کی باتوں میں آ گئی...... شیخ السلام کا لانگ مارچ گھن گرج کے ساتھ اسلام آباد پہنچا۔ تبدیلی کے متلاشیوں سے قادری صاحب نے حلف لے کر ان کو ایسی حالت میں کر دیا کہ وہ اپنا ارادہ تبدیل نہ کر پائیں۔ کوئٹہ کے علمدار روڈ کے دھرنے اور اسلام آباد کے دھرنے سے ایک نئی بات سامنے آئی ہے کہ عوام نے اپنے سابقہ رویے کو تبدیل کیا ہے۔ دنیا کو یہ دکھا دیا ہے کہ پرامن احتجاج بھی کیے جا سکتے ہیں اور سخت ترین موسم میں کھلے آسمان تلے بیٹھ کر صبر و استقلال کا مظاہرہ بھی ہوسکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے قائدین میں اب بھی تبدیلی نہیں آئی۔ قادری صاحب نے چار دن تک اسلام آباد کو یرغمال بنائے رکھا، جن حکمرانوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا انہیں کی طرح اپنے آپ کو عوام سے دور رکھا یعنی عوام اور قادری صاحب کے درمیان قیمتی بلٹ پروف کینٹینر تھا۔ قادری صاحب انقلاب برائے تبدیلی کیسے لا سکتے ہیں، جو ابھی حکمران ٹولے سے تعلق نہیں رکھتا مگر شوق اُن جیسے ہوں وہ بھلا عوام کا کیسے سگا ہوسکتا ہے۔ کینیڈا، یورپ اور برطانیہ جیسے ممالک میں ماں باپ اپنے بچے کو مار نہیں سکتے، انہیں تعلیم سے دور نہیں رکھ سکتے، ہیلتھ اینڈ سیفٹی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی بہت سنگین جرم ہوتا ہے۔ قادری صاحب کے سامنے شدید موسم میں معصوم بچے، بوڑھے اور عورتیں زمین پر بیٹھے تھے۔ ہماری سرکار کے نزدیک تو غریب کے بچے کی جان کی کوئی قدر و قیمت ہے ہی نہیں مگر قادری صاحب جہاں سے تشریف لے کر گئے تھے وہاں تو بچوں کو کھلے آسمان تلے کوئی چار گھنٹے بھی نہ بیٹھنے دیتا۔ وطن عزیز میں تو لوگ غربت سے تنگ آ کر بچے بیچ بھی رہے ہیں اور اجتماعی خودکشیاں بھی کر رہے ہیں مگر قادری صاحب کینیڈا کی شہریت رکھنے کے باوجود یہ بھول گئے کہ ان کے سامنے معصوم بچے موسم کی شدت سے بیمار ہو رہے ہیں۔ اپنی جان اتنی پیاری کہ بلٹ پروف کنٹینر میں شدت گرمی سے کوٹ اتار کر پسینہ صاف کرنا پڑا۔ اگر ان کے دل میں عوام کی ہمدردی اور احساس ہوتا تو وہ بھی عوام کے ساتھ کھلے آسمان تلے بیٹھ کر دھرنا دیتے۔ اگر ایسا کرتے تو آخری الٹی میٹم چار دن کی بجائے چار گھنٹے میں ہی دے دیتے۔ دھرنے سے یہ ثابت ہوگیا کہ عوام تبدیلی چاہتی ہے، تبدیلی برائے تفریح ہی نہیں بلکہ تبدیلی برائے بقاء، تبدیلی برائے بنیادی حقوق کی سہولت، تبدیلی برائے انصاف، مگر

تبدیلی لائے گا کون ......اس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ پر امن مارچ، احتجاج، دھرنا، ریلیاں وغیرہ عوام کا جمہوری حق ہے مگر اس میں بھی ایک تبدیلی ضرور ہونی چاہیے کہ آئندہ معصوم بچے اس میں شامل نہیں ہونگے کیونکہ اس میں ان کی اپنی مرضی شامل نہیں ہوتی۔ جہاں قانونی اصلاحات میں نت نئی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں وہاں معصوم بچوں کے احتجاجی جلوسوں، ریلیوں اور دھرنوں پر پابندی عائد ہونی چاہیے۔ کوئٹہ کا دھرنا صوبے میں گورنر راج لگا کر اختتام پزیر ہوا، اسلام آباد کا دھرنا معاہدے پر......مگر بلوچستان کے حالات تبدیل نہیں ہوئے، قادری صاحب نے معاہدے پر دستخط کروا لیے مگر اس چیز کی کیا گارنٹی ہے کہ اس پر عمل بھی ہوگا؟ کیونکہ سیاست میں معاہدہ کوئی حدیث تو نہیں ہوتی جس میں تبدیلی نہ کی جاسکے۔ آخر کب تک عوام کو تبدیلی کا خواب دکھا کر ان کی نیند حرام کی جاتی رہے گی؟ آخر کب تک عوام انقلاب کے سراب کے پیچھے بھاگتے اپنا جان عذاب میں ڈالتے رہیں گے؟

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

18-01-2013.